OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

Al-Āfāq

Vol. 03, Issue: 02,
Dec-2023. PP: 92-102

غیر سامی مذاہب میں عورت کے حقوق کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the Rights of Woman in Non- Semitic Religions

Sumaira Noreen
M.Phil. Scholar, Institute of Humanities & Arts, Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology, Rahim Yar Khan, Pakistan.
Dr. Muhammad Shsahid Habib
Assistant Professor, Institute of Humanities & Arts, Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology, Rahim Yar Khan, Pakistan.
shahid.habib@kfueit.edu.pk
Muhammad Asif
M.Phil Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia, Muhyuddin Islamic University, Islamabad, Pakistan.
asif_mughalta2006@gmail.com

***Abstract**:*
Non-Semitic religions refer to those religions which belong to Judaism, Christianity and Islam, except the rest of the religions are considered as non-Semitic. A woman has always been oppressed and condemned by society, but she has always been a human being with emotions and a legitimate position in society. Islam is a religion that respects the rights of both men and women. This law has been practiced since the time of Prophet Muhammad, before women had any rights.Among the main objectives of this research is to conclude from the religions of the subcontinent (Islam, Hinduism and Jainism) that which religion has given women the right place and status and the right of inheritance? And what is the society's attitude towards this role of women? And what are its social effects in the present era?
Keywords: *Definition of Semitic Religion, Place of woman in society, Man and woman in Islam, Position of women in different religions, Status of women in pre-Islamic society.*

تمہید:

اللہ رب العزت نے جب انسانوں کو پیدا فرمایا تو ان کی دینی و اخلاقی تربیت کے لیے انسانوں میں سے ہی انبیاء کو مبعوث کیا تا کہ وہ رب تعالی کے لائے ہوئے پیغام کے ذریعے انسان کی دینی و دنیاوی ہر لحاظ سے تربیت کرے۔ تا کہ انسان اپنا وہ مقام جو رب نے اسے دیا پہچان سکے۔ گزرتے دنوں کے ساتھ انسان نے جہاں انبیاء کی تصدیقات میں رب تعالی پر ایمان لائے وہاں انسان نے خدائے برتر کا کھلم کھلا شرک کر کے نافرمانی کی۔ جس کے نتیجے میں ایک طرف وہ لوگ وجود میں آئے جنہوں نے خدا کی طرف سے انبیاء کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کیا تو وہ سامی النسل کہلائے یعنی سامی مذاہب کے پیروکار اور دوسری طرف وہ لوگ سامنے آئے جنہوں نے انبیاء کی شریعت کا انکار کرتے ہوئے ان کی تعلیمات کے مقابلے میں خود ساختہ دینی و دنیاوی، سماجی و تہذیبی، معاشی و معاشرتی ناقصانہ قوانین مرتب کیے۔ جن کی بناء انتہائی سوقیانہ عقل پر تھی۔ ان خود ساختہ قوانین کے عملدار غیر سامی مذاہب کے پیروکار کہلائے۔ ان میں بر سر پیکار ہندو مت، بدھ مت، سکھ مت اور جین مت ہیں۔ یہ وہ مذاہب ہیں جن میں سے ہر ایک نے عورت کے حقوق کے متعلق بات تو کی ہے لیکن عورت اپنے ان حقوق میں کسی طرح بھی مطمئن نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی خواتین ہر لحاظ سے خوش خرم اور خوش اخلاق ہے۔ اس آرٹیکل میں اسی بات کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ ان غیر سامی مذاہب میں عورت کے حقوق کس نوعیت کے ہیں اور کیا عورت اپنے ان حقوق سے پر سکون ہے یا کہ شکوہ زباں ہے۔ اس تجزیے سے اندازہ ہو گا کہ وہ دین جو

ہر لحاظ سے عورت کو اس کے حقوق میں عین الیقین پاسدار دیں ہے۔

ذیل میں ہم ان غیر سامی مذاہب کا مختصر تعارف اور ان مذاہب میں عورت کے حقوق کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

ہندومت کا تعارف

دنیا کے قدیم مذاہب میں سے قدیم ترین اور سب سے پیچیدہ مذہب ہندوومت ہے۔ تعداد کے اعتبار سے عیسائیت اور اسلام کے بعد ہندومت دنیا کا تیسرا بڑا مذہب ہے۔ ہندومت کے کچھ مذہبی نظریات اور صورتیں تیسرے ہزاریے قبل مسیح میں شروع ہوئیں۔ ہندومت میں تقریباً ہر اس مذہب کی کوئی نہ کوئی صورت یا انداز ملتا ہے جو قابل تصور یا فعال رہا۔ غالباً یہ تمام مذاہب میں سب سے زیادہ رواداری روا رکھنے والا مذہب ہے اس کی وسعت ارواح پرستی سے لے کر کچھ نہایت اعلی مرتبہ اور مفصل فلسفیانہ نظام تک پھیلی ہوئی ہے اور اس وسیع پیمانے میں ہندومت ہزاروں چھوٹے بڑے دیوتاؤں، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے پجاریوں کو جگہ دیتا ہے۔[1]

ہندومت میں عورت کا مقام و مرتبہ

ہندو دھرم کے نظریے میں عورت کی شخصیت کا بحیثیت مجموعی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اسے صرف مخصوص فرائض ادا کرنے والی ہستی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی سب سے اہم ذمہ داری بیٹے کو جنم دینا ہے عورت کے لیے مناسب کردار صرف بیوی اور ماں کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ہندو کلچر یہ نہیں مانتا تھا کہ عورت مردوں کے برابر ہے۔ انہیں گناہ کی جڑ اور مصائب کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

ہندو مذہب کہتا ہے کہ شادی شدہ عورت کو اپنے شوہر کی خدمت کرنی چاہیے اور یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ منو کے مطابق، عورت مرد کا نصف ہو جانے کے بعد، اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنا یگیا (ایک مذہبی تقریب) کرے اور مردوں سے مختلف سلوک کرنا۔ ہندو مذہب میں اولاد پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے جسے بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ اگر شوہر اپنے طور پر بچے پیدا نہیں کر سکتا تو وہ اپنی بیوی کو کسی اور سے شادی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے تاکہ وہ بچے پیدا کر سکے۔

ویدک عہد

ویدک دور میں، لوگوں کا عورتوں کے بارے میں ایک آزادنہ رویہ تھا، اور وہ مذہبی اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ ابتدائی دور میں خواتین کو جو اعلیٰ مقام حاصل تھا وہ ویدک دور کے آخر میں آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔

عہد وسطی

قرون وسطی کے دور میں ہندوستانی خواتین کا سماج میں مقام بہت کم تھا۔ اس میں ستی کا رواج، جو کبھی کبھی اعلیٰ طبقوں میں استعمال ہوتا تھا، بچپن کی شادی جیسی برائیاں اور بیوہ کی دوبارہ شادی کی ممانعت شامل تھی۔ برصغیر پاک و ہند پر مسلمانون کی حکمرانی نے ہندوستانی معاشرے میں پردے کا رواج متعارف کرایا۔

ظہور اسلام سے پہلے دنیا کی شائستہ اور ناشائستہ، متمدن اور غیر متمدن اقوام وافراد میں چنداں فرق نہ تھا دوسرے مذاہب کی طرح ہندومت میں بھی عورتوں کو غیر مہذب القابات دیئے گئے تھے۔

> *Her father guard her in childhood, her husband guards her in youth, and her sons guard her in old age. A woman is not fit for independence.* [2]

عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچپن میں باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں شوہر کے ماتحت اور ہو ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے۔ ہندو سماج میں عورت اور شودوراں کی حیثیت ایک جیسی تھی عورت کو درخت اور کمائی پر کوئی حق حاصل نہ تھا، لڑکی کی اولاد کو بد نصیبی کی

علامت سمجھا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں وہ نہ باپ کی جائیداد کی وارث ہو سکتی تھی نہ اپنی کی ذاتی جائیداد کی مالک بن سکتی تھی۔ لڑکی کی ولادت بد نصیبی کی علامت کہی جاتی تھی۔ راجہ اور امراء کئی کئی شادیاں کرتے تھے۔[3]

They say that kings are subject to four vices: hunting, drinking, dicing andaddiction to sex. But gambling is an incredible part of Hinduism.

ہندومت میں عورت کو مال مملوکہ کی طرح جوئے میں ہار یا جیتا جاتا تھا جس طرح پانڈوں کے بڑے بھائی یدمسٹر نے مشترکہ ہوئی دروپدی کوردوں کے ساتھ جوئے میں ہار دی تھی۔[4] "ہندومت میں شادی کرنا اور مردوں کی خواہشات کو پورا کرنا ہی عورتوں کا فرض سمجھا جاتا ہے۔

The opinion is firmly established throughout the propagation of species and to satisfy men's desires. All women therefore obliged to marry and marriages are carefully arranged before they arrive at a marriage able age[5].

یہ رائے مضبوطی سے قائم ہے کہ نسلوں کے فروغ اور مرد کی خواہشات کو پورا کرنا عورت کے ذمہ ہے اس لیے تمام عورتیں شادی کی پابند ہیں اور شادی کی عمر پہنچتے ہی شادیوں کا انتظام احتیاط سے کیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کی بہت چھوٹی عمر میں شادی کر دی جاتی ہیں۔

عورت کے بیوہ جانے پر اس کی زندگی تباہ ہو جاتی تھی وہ جیتے جی مر جاتی تھی وہ دوسری شادی نہیں کر سکتی تھی اور اس کی زندگی طعن اور ذلت کے سوا کچھ نہ تھی۔ وہ اپنے شوہر کے گھر لونڈی اور خادمہ کی زندگی گزارتی۔ تمدن ہند ہے کہ ڈاکٹر لی بان لکھتے ہیں کہ "بیواؤں کو اپنے شوہروں کے ساتھ جلانے کا ذکر منوشاشتر نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بیوہ عورت کو انتہائی منحوس اور بدتر سمجھا جاتا ہے جب عورت کا شوہر مر جاتا تو اسکی موت اس کے لئے ایک عذاب بن جاتی ہے۔

)Hindu Manners, Customs and Ceremonies(

اس میں مصنف ہندومت میں بیوہ کی حیثیت کے متعلق لکھتے ہیں :

A widow has to be in mourning till her death. The signs or mourning are as follows; she is expected to have head shorn once in a month, she is not allowed to chew betel, she is no longer permitted to wear jewels with the exception of one very plain ornament round her neck, she must wearcolored clothes no longer only pure white ones, she must not put saffron on her face or body, or Mark her forehead. Furthermore she is forbidden to take part in any amusement or to attend family festivities, such as marriage feasts the ceremony of upanayana and others, for her very presence would be considered an evil women[6].

ایک بیوہ کو ساری عمر اپنی موت تک سوگ میں رہنا پڑتا ہے۔ بیوہ کے لیے سوگ کی علامات یہ ہیں۔ اسے ہر ماہ بال کرتے پڑتے ہیں۔ اسے پان کھانے کی ممانعت ہوتی ہے۔ اس کے ہر طرح کے زیورات اور زینت و آرائش کی تمام اشیاء جائز نہین ہیں۔ سفید رنگ کے علاوہ کوئی بھی رنگین لباس نہ پہنے اور نہ ہی وہ اپنے جسم کے کسی حصہ پر زعفران لگائے اور کسی بھی تفریح یا خاندانی مجالس مثلاً شادی بیاہ میں شریک نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بیوہ کی موجودگی کو تمام لوگ بدبختی کی علامت سمجھتے ہیں۔ اسے ہر طرح کی خواری اور ذلت برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ان حالات میں عورت دھرم کی تعلیمات کے مطابق زندہ رہنے سے شوہر کی موت کے ساتھ ہی اس کی چتا پر چل کر باعزت ستی ہونے کو ترجیح دیتی ہے۔

ہندمذہب میں صاحب اولاد عورتوں کو دھرتی ماں اور دولت کی دیوی سے تشبہ دے کر قابل پرستش قرار دیا گیا ہے جبکہ عام حالت میں عورت کی عفت و پاکیزگی مشکوک، متلون مزاج سمجھی گئی۔ ہندومت میں ایک طرف عورتوں کی ایک دیوی کا مرتبہ دیا گیا تو دوسری طرف ہر قسم کے گناہ کا منبع، عبادت و ریاضت کے راستہ میں مضبوط چٹان اور تمام برائیوں اور بدکاریوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔ منو کا عقیدہ ہے کہ عورت کا وجود سر تاپا

فریب اور بری خواہشات کی آرامگاہ ہے۔ ہند کا قانون کہتا ہے تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہیلے سانپ، ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں جتنی عورت ہے۔

دین رحمت کی مصنف چانکیہ نیتی میں عورتوں کے متعلق یہ خیالات لکھتے ہیں:

جھوٹ بولنا، بغیر سوچے کام کرنا، فریب، حماقت، طمع، ناپاکی، بے رحمی عورت کے جبلی عیب ہیں۔

شہزادوں سے تہذیب اخلاق، عالموں سے شیریں کلامی، قمار بازوں سے دروغ گوئی اور عورت سے مکاری سیکھنی چاہیے۔ [7]

بدھ مت کا تعارف

بدھ مت کا آغاز چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندو مذہبی نظام کی ایک وضاحت کے طور پر ہوا۔ بلا شبہ کئی صدیوں تک اسے ہندوستان میں وسیع پذیرائی حاصل ہوئی۔ تاہم تیسری صدی قبل مسیح میں اس نے ہندو مت کی کسی بھی صورت کے لیے کچھ غیر معمولی چیز کو ترقی دی، یعنی تبلیغی سرگرمی۔ ہندوستان کے حکمرانوں نے بدھ مبلغین کو ہمسایہ ایشیائی ممالک میں بھیجا۔ اسی دوران بدھ مت میں نئے نظریات فروغ پا پار ہے تھے جو ایشیائی لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ پرکشش بن گئے۔ تبلیغی سرگرمی اور نئے نظریات کے امتزاج کی وجہ سے اسے چین، جاپان، کوریا اور چینی ہند میں تیزی سے ترقی حاصلؒ ہوئی۔ جب بدھ مت بیرونی تبلیغ میں کامیاب ہو رہا تھا تو اسے ہندوستان میں ہندو مت کے دوبارہ ابھرنے کی وجہ سے ایک طرف دھکیلا جا رہا تھا۔ ہندوستان کے مسلمان فاتحین نے وہاں بدھ مت آخری آثار کو بھی تہس نہس کر دیا اور آج اس کے پیروکار دیگر ایشیائی اقوام میں پائے جاتے ہیں۔ [8]

بدھ مت میں عورت کا مقام و مرتبہ

بدھ مت ایک جدید مذہب ہے اور اگرچہ اس کی کچھ تعلیمات کہتی ہیں کہ عورتیں ناپاک ہیں اور اگر وہ ان کے ساتھ تعلقات مین رہیں تو ان کو بچایا نہیں جا سکتا، لیکن بدھا نے عورتوں سے رشتہ توڑ لیا اور بدھ مت بن گے۔ بدھ مت میں خواتین کو سماجی اور مذہبی آزادی حاصل تھی، جو کے ہندو مت میں خواتین کے ساتھ روا رکھے اور جانے والے سلوک سے مختلف تھی۔

بدھ مت میں پہلے پہل عورتوں کو عبادت میں شامل نہیں کیا جاتا تھا بہت بعد میں شامل کیا گیا۔ جب عورتوں کو عبادت میں شامل کیا گیا تو مہاراج نے کہا یہ پہلے ہزار سال چلنا تھا اب پانچ سو برس چلے گا، بدھ مت میں عورت اور مرد کے تعلق کو اعلی اخلاقی مدارج کے خلاف سمجھا جاتا تھا بدھ مت میں عورت کے بارے میں خیالات کا ایک نمونہ مذہب اور اخلاق کے انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے ایک بدھ مفکر کے قول کو پیش کیا کہ

پانی کے اندر مچھلی ناقابل فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت بھی ہے اس کے پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں اور سچ کے پاس سے اس کا گزارا بھی نہیں۔ [9]

بدھ مت جدید مذہب میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اس میں عورتوں کو کوئی مقام اور مرتبہ حاصل نہیں عورتوں کو نجس سمجھا جاتا ہے اس کا ثبوت گوتم بدھ کی تعلیمات سے ملتا ہے۔ گوتم بدھ اپنے پیروؤں سے کہتا تھا اگر تم نجات پانا چاہتے ہو تو تم اپنی عورتوں سے قطع تعلق ہو جاؤ اور گوتم بدھ نے سب سے پہلے اپنے بیوی بچوں سے تعلق توڑ لیا۔ بدھ مت کے نزدیک عورت سے تعلق رکھنے والا کبھی نروان حاصل نہیں کر سکتا۔

بدھ مت کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ نجات کے لیے عورت سے دوری اختیار کرنا ضروری ہے۔ بدھ مت کی کوئی عزت نہ تھی۔ عورت ہی مذہبی فرائض کی ادائیگی اور نجات کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے عورت کے پاس چوروں کی طرح کے حربے ہوتے ہیں اور کسی بھی وقت نقصان پہنچا سکتی ہے۔

گوتم بدھ کی تعلیمات میں خواتین کے حقوق

بحیثیت بیوی عورت کو معاشرے میں اٹھان گوتم بدھ نے دی کیونکہ ہندو معاشرہ میں عورت صرف اپنے شوہر کی نوکر اور خدمت گزار بن کر رہ رہی تھی اس کے اپنے کوئی حقوق نہ تھے اور وہ ظلم و ستم کا شکار بھی تھی۔ بدھ مت میں اسے قدرے احترام ملا یہاں بھی ملی جلی آراء عورت کے بارے میں پڑھنے کو ملتی ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ خود گوتم بدھ نے عورت کی مذمت نہیں کی لیکن ان کی یہ نصیحت بھی ہے کہ وہ اس کو خطرہ سمجھیں اور جہاں تک ممکن ہو اس سے دور رہیں اس کے باوجود یہ بات واضح ہے کہ مجموعی طور پر عورت کے لیے ہندو مت سے بدھ مت قدرے بہتر رہا۔ اسی بارے میں لیوس مور اپنی کتاب مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا میں لکھتے ہیں

> بدھ مذہب میں جہاں میاں بیوی کے تعلق اور ان کے باہمی سلوک کے لیے بہت سے قواعد و قوانین کا ذکر کیا گیا ہے وہاں بیوی کے لیے خاوند کی اطاعت کرنے اور اس کی بات ماننے کے بارے میں کوئی خاص ذکر نہیں ہے۔ شوہر کے لیے یہ ضرور لازم کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے اعتبار کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی عزت کرے، اسے کپڑے لا کر دے، اسے زیور راستہ ہونے کے لیے خرید کر دے، اس کی ضروریات کی مکمل فکر کرے اور بیوی سکھایا ہے کہ وہ کفایت شعاری سے کام لے اور فضول خرچی سے اجتناب کرے کہ یہ اس کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔ عورت سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے گھریلو کاموں میں سمجھ داری دکھائے۔ بدھ مت مذہب کی بہت بڑی حقیقت ہے جسے مانے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس مذہب میں غیر شادی شدہ زندگی کو ہی زندگی کی سب سے بڑی نیکی سمجھا گیا ہے اور اسے باعث فضیلت عمل تسلیم کیا گیا ہے ایک بار گوتم بدھ نے کہا کہ عقل مند انسان کو شادی شدہ زندگی سے ڈرنا چاہیے یہ سمجھو کہ ایک آگ سے جلتی ہوئی کوئلے کی کان ہے یہ بھی کہا کہ جو آدمی گھر میں رہتا ہے وہ بھلا خالص زندگی کیسے گزار سکتا ہے؟ ان سب باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ بدھ غیر شادی شدہ زندگی کو تو سب سے افضل سمجھتا ہی تھا لیکن گریستوں کے لیے بھی ایسے قانون بنائے تھے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا دوست سمجھیں، ایک دوسرے کی عزت کریں اور ایک دوسرے کا یقین کریں۔[10]

بدھ مت میں عورت کو خاوند کی وفات کے بعد دوسری شادی کی کوئی ممانعت نہ تھی گوتم بدھ نے عورت پر اس سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اگرچہ بنیادی مصادر میں اس حوالے سے تعلیمات خاموش ہیں لیکن بدھ متی معاشرہ میں عورت کو آزادی دی گئی تھی کہ وہ جیسے چاہے کر لے شادی کرنی چاہیے یا بغیر شادی زندگی گزارنی ہے اسے پورا اختیار دیا گیا تھا۔

گوتم بدھ کے دور میں ایک ہی شادی کا رواج تھا ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق رکھنے کو پسندیدہ قرار نہیں دیا گیا لیکن اس میں واضح طور پر کوئی قدغن بھی نہیں لگائی گئی کہ آدمی دوسری عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ دراصل بدھ مت کی تعلیمات اس حوالے سے نامکمل ہیں لیکن اس معاشرہ میں ایسی مثالیں موجود تھیں کہ بعض لوگوں نے ایک سے زیادہ عورتوں سے شادیاں کیں ہیں جیسا کہ I, B , HORNER لکھتی ہیں:

> *Pasenadi had at least five wives: Malika, who was his chief queen" Vasabha, Ubbiri, Soma and Sakuta*[11] .

> پاسنادی کی پانچ بیویاں تھیں ایک ملکہ جو سب سے بڑی شہزادی تھیں دوسری وسابھا، تیسری ابیری، چوتھی سوما اور پانچویں سکوتا۔

بدھ مت کی زندگی میں 73 عورتوں اور 160 مردوں نے نروان حاصل کر کے انسانی زندگی کی بہترین حد تک پہنچنے کی کوشش کی تھی جب بدھ مت کی تبلیغ ہو رہی تھی تب عورتوں نے ہی سب سے زیادہ مالی مدد کی تھی اور عورت کے متعلق جس نے مہاتما بدھ کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا

تھابدھ نے کہا کہ ایک اعلی مذہبی عورت جو بھوکوں کو کھانا دیتی ہے وہ اسے کھانے کے ساتھ چار چیزیں دیتی ہے۔ زندگی کی توانائی دیتی ہے حسن عطا کرتی ہے خوشی اور قوت دیتی ہے۔[12]

مہاتمابدھ نے ایک پیشین گوئی یہ بھی کی تھی کہ

عورتوں کو جماعت میں شامل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پانچ سال کے اندر ہی لوگ مذہبی ضوابط کو بھول جائیں گے۔

جین مت میں عورت کا مقام و مرتبہ

جین مت کے نزدیک عورت خیر عاری اور تمام برائیوں اور منکرات کی اصل جڑ ہے۔ اس لیے یہ مذہب مردوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ عورت کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات استوار نہ کریں، نہ عورت کی جانب دیکھیں، نہ اس سے محو گفتگو ہوں۔

جین مت میں اگرچہ ہندومت کے برعکس عورتوں کو مذہبی حقوق حاصل ہیں لیکن وہ عورتوں اور مردوں کو راہبانہ زندگی کی ترغیب دیتا ہے۔ جین مذہب میں کثیر زوجگی ممنوع ہے اور بیوہ کو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔[13]

اپیتا بھو کرم دویدی لکھتے ہیں :

> جین مت ایک ایسا مذہب ہے جو تمام جانداروں کے مساوی تعلیم کو تسلیم کرتا ہے، اس طرح خواتین بھی حقیقی علم اور آزادی کی تلاش میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ جینوں کی روزمرہ کی زندگی کی بنیاد عام مردوں، عام خواتین، راہباؤں اور راہبوں کی چار تہہ داری ہے۔ بہت سی مذہبی اور ثقافتی شخصیات دیوی ہیں اور جنات کی کتابوں اور داستانوں میں کئی نامور خواتین نے اہم کردار ادا کیے ہیں۔ سولہ، ستی یا سولہ نیک خواتین مثالی مذہبی خصوصیات کو اجاگر کرتی ہیں اور جین خواتین کے ذریعہ ان کی تقلید کی جاتی ہے۔ کھانے، روزہ رکھنے، بھجن کھانے، عبادت کی کارکردگی اور مذہبی تہواروں میں شرکت سے متعلق جین مذہبی سرگرمیاں زیادہ تر کمیونٹی کی خواتین کے گرد گھومتی ہیں۔ جین فلسفہ کا بنیادی مرکز یہ ہے کہ ہر فرد اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور اسے اس کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔ خواتین اپنی روحانی ترقی کو بڑھانے کے لیے جین صحیفوں کو پڑھ سکتی ہیں لیکن چونکہ وہ عام طور پر اپنے مرد ہم منصبوں کے مقابلے میں کم پڑھی لکھی ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ اس موقع کو لینے سے قاصر ہیں، حالانکہ یہ موجودہ دور میں بدل رہا ہے۔ جین مت میں خواتین کے کردار کے حوالے سے جین مت کے دو فرقوں یعنی دگمبر اور سویتا مبر کے خیالات مختلف ہیں۔ دگمبر فرقے میں ، آزادی کے راہ کے لیے ضروری عناصر میں سے ایک لباس یا عریانیت کی کمی ہے۔ چونکہ یہ خواتین پر لاگو نہیں کیا جاسکتا، دھمبروں کے مطابق وہ آزادی صرف اسی صورت میں حاصل کرسکتی ہیں جب وہ مردوں کے طور پر دوبارہ جنم لیں۔[14]

جین مت میں عورت:

جین مت کا ماننا ہے کہ عورتیں خیر سے عاری اور تمام برائیوں اور منکرات کی حاصل جڑ ہے اس لیے یہ مردوں کو ان کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلقات رکھنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے ۔ جین مت میں ، عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں ، لیکن ان کو خانقاہی زندگی گزرانی چاہیے۔ جن مت میں بھی تعداد ازدواج کی ممانت ہے اور بیواوں کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

خواتین کے لیے مذہبی ضابطہ اخلاق

اگرچہ جین روایت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان بنیادی عدم مساوات پر زور دینے کے لیے کوئی ضابطے یا بیانات درج نہیں ہے، لیکن ایسے

غیر واضح بنیادی عقائد موجود ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مردوں کے مقابلے خواتین کے لیے زیادہ کنٹرول اور قواعد کی ضرورت ہے۔ تمام خواتین راہبائیں عام طور پر مرد راہبوں کے ماتحت ہوتی ہیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عمومی اصول یکساں ہیں حالانکہ خواتین کو در پیش کچھ مسائل یہ ہیں۔ مذہبی درجہ بندی میں اعلی عہدوں پر پہنچنے کے لیے، خواتین راہباؤں کو اپنے مرد ہم منصب کے مقابلے میں طویل عرصے تک خدمت کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے مذہبی لقب عام طور پر راہبوں کے مقابلے میں کمتر درجے پر ہوتے ہیں۔ خواتین راہباؤں کی علمی تحقیق اور مطالعہ کی بہت سے گروہوں کی طرف سے حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی ہے۔

جین مت میں خواتین اور خوراک

خوراک کے غذائی اصول جین مذہب کے سب سے اہم پہلوؤں میں سے ایک ہیں اس لیے خواتین کے کردار میں درج ذیل شامل ہیں۔ دروازے پر آنے والے جین پرستوں کو بھیک پیش کرنے کے لیے رسومات کی ترتیب کا علم، کہ کس کو کس طرح کھانا پیش کرنا چاہیے، بھیک مانگنے والوں کو خواتین ہی کھانا دے سکتی ہیں۔ تہوار اور دوسرے دنوں میں مناسب روایت کے مطابق صحیح قسم کا کھانا پکائیں۔ جن کی تعلیم جین مت کے مذہب میں دی گئی ہے۔

خواتین کا تعلیم حاصل کرنا

جین مت، اپنی تعلیموں اور عقائد کے ساتھ، خواتین کی تعلیم کو بھی اہمیت دیتا ہے اور ان کو اپنے دینی روایات کے حصے کے طور پر مانتا ہے۔ جین مت کے پیروکاروں کے لیے خواتین بھی موکشی کی راہ میں اپنی تعلیم اور عبادات کو جاری رکھنے کا اہم حصہ ہیں۔ جین مت کے تعلیمی اصولوں میں غیر تشدد اور غیر تعلق کی اہمیت شامل ہے اور یہ اصول خواتین کے لیے بھی قائم رہتے ہیں۔ خواتین کو جین مت کے معنوں میں اپنے زندگی کی ہر شعبے میں ان اصولوں کا اطلاق کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ ان کے لیے اپنی ذاتی ترقی اور روحانی ترقی کی راہیں موجود ہیں جو ان کی تعلیم، عبادات اور عملوں کو شامل کرتی ہیں۔ جین مت میں خواتین کو عقائد کے مطابق سادہ اور پیشہ ورانہ طریقے سے عبادت کرنے کا حق ہے۔ وہ سنگت، جن مت میں پروکاروں کی جماعت کے ساتھ عبادت کرتی ہیں اور اپنی روحانی ترقی کی راہ میں محرک کرتی ہیں۔

سکھ مت کا تعارف

سکھ مت برصغیر کا ایک بہت بڑا مذہب ہے، یہ دراصل پنجاب کا مذہب ہے، اسکی تاریخ تقریبا 500 سال پرانی ہے۔ اس کا آغاز اکبر بادشاہ کے دور میں ہوا تھا، سکھ مذہب کے بانی نان گرونانک پہلے ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے جس سے نفرت پیدا ہونے کے بعد انہوں نے اس مذہب کی داغ بیل رکھی۔ وہ ہندو مذہب سے نکلے تھے لیکن اسلام میں داخل نہیں ہوئے شعائر اسلام کی تعریف کرتے تھے لیکن انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا۔ دنیا کے بڑے مذاہب میں مصنف لکھتے ہیں :

> سکھ روایت کے بموجب ندی میں گائب ہونے کے دوران گرونانک صاحب خدا کے حضور میں تھے جہاں انہیں براہ راست خدا تعالی کی طرف سے عشق الہی کا جام عطا ہوا اور ذکر الہی کی اشاعت کی ذمہ داری سونپی گئی۔[15]

سکھ مت کے بانی گرونانک وہ ہیں جنھوں نے ایک بھر زندگی گزاری تھی جس میں شادی اور شادی سے پہلے والی زندگی بھی شامل ہے۔ سکھ کا معنی ہے تعلیم پانے والا، سیکھنے والا، سکھ کو سکھ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس مذہب میں کامیابی کسی گرو کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ گرو کے ساتھ رہتے ہوئے سیکھ کر ہی اپنے مذہب پر پختہ طور پر کاربند رہا جا سکتا ہے اس لیے اس کی بہت اہمت ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ سکھ مت کے حامل فرد میں اپنے مذہب پر مضبوط عقیدت اور پیروی بہت زیادہ ہے جیسا کہ یوسف خان لکھتے ہیں :

سکھ اس زعم میں مبتلا ہے کہ اسلام اور ہندو مت دونوں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔[16]

سکھ مت میں عورت کا مقام و مرتبہ

جب سکھ مت کی بنیاد رکھی گئی تو گرونانک کا خواتین کے مساوی مقام کی وکالت کرنے کا فیصلہ انقلابی تھا۔ گرونانک کے دور میں خواتین کو معاشی آزادی، تعلیم یا آزادی نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی انہیں سیاسی میدان میں دیکھا گیا تھا سکھ مت میں بیویوں سے یہ توقع کی جاتی تھیں کہ وہ مردوں کی خدمت کریں گی اور خاموشی سے گھر چلائیں گے۔

بانی مذہب گرونانک فرماتے ہیں :

> عورت میں مرد حاملہ ہوتا ہے عورت سے وہ پیدا ہوتا ہے عورت سے اس کی منگنی اور شادی ہوتی، عورت سے وہ دوستی کرتا ہے۔ اسکی مذمت کیوں کرتے ہیں، جس سے بادشاہ بھی پیدا ہوتے ہیں؟ عورت سے عورت پیدا ہوتی ہے، عورت کے بغر کوئی وجود نہیں رکھتا۔[17]

برابری کی بنیاد پر حقوق

سکھ مذہب خاوند اور بیوی کو جنس کے اعتبار سے مختلف مانتا ہے۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک جنس کو دوسرے پر فوقیت حاصل ہے ۔خاوند اور بیوی خدا کی نظر میں برابر ہیں اس لیے انہیں برابر موقع دیے گئے ہیں۔ سکھ مذہب میں کوئی بھی عہدہ صرف مردوں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ خاوند اور بیوی ایک ساتھ عبادت میں حصہ لے سکتے ہیں۔

سکھ مت کی مذہبی تعلیمات کے مطابق گرونانک نے اصرار کیا کہ خواتین بھی مردوں کے برابر سلوک کی مستحق ہیں۔ بابا گرونانک نے جابجا تعلیمات میں واضح کیا ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کے برابر حقوق ہیں انہوں نے اور بعد میں آنے تمام گرو حضرات نے مردوں عورتوں کو تمام معاملات میں برابر مخاطب کیا ہے عبادات اور دیگر سرگرمیوں میں دونوں رغبت دلائی ہے کامیابی کا حصول دونوں کے لیے اہم ہے اس لیے سکھ مت میں دونوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنے معاملات بھرپور طور پر ادا کریں گے۔ تاریخ میں بھی جہاں مردوں کے کارناموں کو بیان کیا گیا ہے وہیں خواتین کے کردار کو بھی درج کیا گیا ہے انہیں خدمت، عقیدت، قربانی اور بہادری میں مردوں کے برابر پیش کیا ہے چاہے وہ جس مرضی روپ میں ہوں۔

موروثی حقوق

سکھ مذہب میں بیوی کے موروثی حقوق کبھی بھی کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ بیویوں کو ان کے حقوق ادا کیے جاتے ہیں اس کی باقاعدہ تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ کسی موروثی دعوی کے بارے سکھ رہت مریم میں کوئی پابندی نہیں پائی جاتی اور دوسری صورت میں بیان کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

خواتین کے املاک کے حقوق، ایک سکھ نقطہ نظر میں پروفیسر دلیپ سنگھ لکھتے ہیں :

> چونکہ تمام بچے مرد اور عورت دونوں ہر لحاظ سے برابر ہیں، اس لیے باپ کی جائیداد بچوں میں یکساں طور پر تقسیم ہوتی ہے۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ عورتیں مرد کی اولاد کے ساتھ برابر حصہ دار ہیں۔[18]

بیوی پر گھریلو ذمہ داریاں

سکھ مت کا یہ حسن ہے کہ اس میں اعلی درجہ کی اطاعت کی تلقین کی گئی ہے اور سکھایا یہی ہے کہ اس خاندان کو ہی اپنا سمجھنا اور ماننا ہے اور اسے یہ عزت کی چادر اور خلعت شرف پہنا کر اس سے یہ امید باندھی گئی ہے کہ وہ مکمل انہاک اور جانفشانی سے اپنے خاوند، اس کے گھر اور اس کے

خاندان کی نہ صرف خدمت کے ذریعے دل جوئی کرے گی یہی وجہ کہ ایسی عورت کو جو خاوند کی بات نہ مانے اور نافرمانی پر تل جائے اور اطاعت کرنے کی بجائے اپنی اطاعت کروائے اسے ناسمجھ اور مکار قرار دیا گیا ہے جیسا کہ گرنتھ صاحب میں مذکور ہے:

ویس کرے کروپ کلکھنی من کھوٹے کوڑیار پر کے بھانے نا چلے حکم کرے وار[19]

جو عورت خاوند کی بات نہیں مانتی بلکہ خاوند کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس کی بات مانے اس کے دل میں کھوٹ ہے وہ جھوٹی اور بے وقوف ہے۔ جبکہ ان صفات سے عاری عورت کے بارے میں بابانانک لکھتے ہیں:

کچیل کروپ کنار کلکھنی پر کا سہج نہ جانیا

ہر رس رنگ رسن نہیں ترپنی درمت دوکھ سمانیا[20]

جو عورت خاوند کے مزاج کو نہیں سمجھے گی وہ اپنی زندگی آرام اور سکون سے نہیں گزار سکے گی کیونکہ یہ وہ بہت بڑا عیب ہے جو اس کی ظاہری حسن وخوبصورتی کو بھی چھپا لیتا ہے۔

خاوند کے رہن سہن

سکھ مت میں عورت کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ وفادار ہے کبھی بے وفائی نہ کرے، کبھی اس سے خیانت کا نہ سوچے اور نہ ہی کبھی اس کو دھوکہ دے، صاف بات کرے اور اس کو ہر صورت اور ہر حال میں راضی رکھے ایسی عورت کو بشارت سنائی گئی ہے کہ وہ تکلیف، الم اور پریشانی سے محفوظ رہے گی اور اس کی زندگی پر سکون گزرے گی جیسا کہ گردوار جن دیو رقمطراز ہیں:

دھوہ نہ چلی خصم نال لب موہ وگتے

کرتب کرن بھلریاں مدمائیاتے[21]

اپنے خاوند کو دھوکہ دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے لالچ کی وجہ سے لوگ برباد ہو جاتے ہیں وہ قابل مذمت فعل کے مرتکب ہوتے ہیں اور مایا کے نشے میں سوتے ہیں۔ سکھ مت نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی ہے اگر عورت کے دل میں شوہر کے لیے محبت ہے اور وہ دھوکے، خیانت سے پاک ہے تو خاوند بھی اپنے دل میں اس کے لیے ایسی ہی محبت، پیار محسوس کرے گا اور اگر وہ اپنے خاوند کو دھوکہ دیتی ہو، اس کے ساتھ مخلص نہ ہو، وفاداری والا معاملہ نہ ہو تو وہ اپنے خاوند کے ہاں ذلیل و رسوا ہو جائے گی۔

طلاق کے متعلق نظریہ

سکھ مت میں طلاق کو انتہائی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے لیکن اس مذہب میں اس کو ممکن قرار دیا گیا ہے تاکہ کسی بھی آدمی کی زندگی میں اس رشتے میں عدم وموافقت کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کی زندگی نرگ نہ بنی رہے بلکہ وہ اس جہنم سے نکل کر معروف کے مطابق اپنی زندگی جی سکے جیسا کہ Wo.oven Cole اپنی کتاب The sikh میں طلاق کے بارے میں لکھتے ہیں:

Divorce is discourged but possible[22]

طلاق کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے لیکن ممکن ہے

سکھ مت میں خاوند کی وفات یا اس کی طرف سے طلاق ملنے پر دوبارہ شادی کو بھی معیوب نہیں سمجھا اور شادی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور معاشرے میں اس کو قبول کیا جاتا ہے جیسا کہ The sikh میں مصنف لکھتے ہیں:

The remarriage of widows is accepted but when they remain unmarried" widowsareto be respected and allowed their full place in the life of the family and the community.

They may, infact, hold the position of head of family, the oldest son being the excecute of his mother's decisions[23]

بیواؤں کی دوبارہ شادی قبول کی جاتی ہے لیکن جب وہ غیر شادیشدہ رہیں تو بیوائیں ہوتی ہیں۔ خاندان اور بادری کی زندگی میں ان کا احترام کیا جائے اور ان کو مکمل جگہ کی اجازت دی جائے۔ وہ حقیقت میں، خاندان کے سربراہ کے عہدے پر فائز ہو سکتی ہیں۔

خلاصہ بحث

دنیا کے قدیم مذاہب میں سے قدیم ترین اور سب سے پیچیدہ مذہب ہندو ومت ہے۔ ہندو دھرم میں عورتوں کو سرکشی کی صفات کا مجموعہ، متلون مزاج، مردوں کو بہکانے والی، جھوٹی، مکار، احمق اور ظالم قرار دیا گیا ہے۔ اس کی سب سے اہم ذمہ داری بیٹے کو جنم دینا ہے عورت کے لیے مناسب کردار صرف بیوی اور ماں کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ہندو کلچر یہ نہیں مانتا تھا کہ عورت مردوں کے برابر ہے۔ انہیں گناہ کی جڑ اور مصائب کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ بدھ مت کا آغاز چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندو مذہبی نظام کی ایک وضاحت کے طور پر ہوا۔ تاہم تیسری صدی قبل مسیح میں اس نے ہندو مت کی کسی بھی صورت کے لیے کچھ غیر معمولی چیز کو ترقی دی، یعنی تبلیغی سرگرمی۔ بدھ مت ایک جدید مذہب ہے اور اگرچہ اس کی کچھ تعلیمات کہتی ہیں کہ عورتیں ناپاک ہیں بدھ مت میں پہلے پہل عورتوں کو عبادت میں شامل نہیں کیا جاتا تھا عورتوں کو نجس سمجھا جاتا ہے اس کا ثبوت گوتم بدھ کی تعلیمات سے ملتا ہے۔ گوتم بدھ اپنے پیروؤں سے کہتا تھا اگر تم نجات پانا چاہتے ہو تو تم اپنی عورتوں سے قطع تعلق ہو جاؤ اور گوتم بدھ نے سب سے پہلے اپنے بیوی بچوں سے تعلق توڑ لیا۔ جین مت ایک ایسا مذہب ہے جو تمام جانداروں کے مساوی تعلیم کو تسلیم کرتا ہے، اس طرح خواتین بھی حقیقی علم اور آزادی کی تلاش میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ جین مت کا ماننا ہے کہ عورتیں خیر سے عاری اور تمام برائیوں اور منکرات کی حاصل جڑ ہے اس لیے یہ مردوں کو ان کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلقات رکھنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ جین مت میں، عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں، لیکن ان کو خانقاہی زندگی گزرانی چاہیے۔ سکھ مت برصغیر کا ایک بہت بڑا مذہب ہے، یہ دراصل پنجاب کا مذہب ہے، اسکی تاریخ تقریبا 500 سال پرانیہے۔ سکھ مذہب خاوند اور بیوی کو جنس کے اعتبار سے مختلف مانتا ہے۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک جنس کو دوسرے پر فوقیت حاصل ہے۔ خاوند اور بیوی خدا کی نظر میں برابر ہیں اس لیے انہیں برابر موقع دیے گئے ہیں۔ گرونانک کا خواتین کے مساوی مقام کی وکالت کرنے کا فیصلہ انقلابی تھا۔ گرونانک کے دور میں خواتین کو معاشی آزادی، تعلیمیا آزادی نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی انہیں سیاسی میدان میں دیکھا گیا تھا سکھ مت میں بیویوں سے یہ توقع کی جاتی تھیں کہ وہ مردوں کی خدمت کریں گی اور خاموشی سے گھر چلائیں گے۔

نتائج

عورت کو ہر دور میں مطالعہ کیا جاتا رہا۔ عورت کے لیے ہر مذہب میں حقوق کو پیش نظر رکھا گیا، مگر کیسے؟۔ ہندو مت میں عورتوں کو سرکشی کی صفات کا مجموعہ، متلون مزاج، مردوں کو بہکانے والی، جھوٹی، مکار، احمق اور ظالم قرار دیا۔ بدھ مت میں پہلے پہل عورتوں کو عبادت میں شامل نہیں کیا جاتا تھا، لیکن بعد میں شامل کیا گیا۔ جین مت میں عورت کو عاری از خیر، برائیوں اور منکرات کی اصل جڑ قرار دیتے ہیں۔ سکھ مت میں خواتین کو معاشی آزادی کی تعلیم نہیں دی گئی اور نہ ہی مذہبی و سیاسی آزادی کی تعلیم دی گئی۔ ان سے بس مردوں کی خدمات کی توقع رکھی جاتی ہے

۔

سفارشات

یہ آرٹیکل چونکہ خاص تحدید میں تھا۔ سو ضروری ہے کہ اس موضوع پر مباحثہ کو باقاعدہ تحقیقی انداز میں منظر عام پر لایا جائے۔ اس آرٹیکل میں

عورت کے ایک خاص پہلو سے بات کی گئ ہے، جبکہ عورت کے دیگر معاشرتی رویوں پر بھی لکھا جائے۔ مثلاً عورت کی میراث کے حوالہ سے، طلاق کے حوالہ سے تاکہ ہر مذھب میں عورت کی حقانیت واضح ہو سکے۔ عورت سے متعلق نہ صرف دیگر معاشرتی رویوں کو زیر بحث لایا جائے بلکہ ان کا اسلام کے ساتھ موازنہ بھی کیا جائے۔ اور باقاعدہ طور پر عورت کے معاشرتی رویے درمیانی سطح پر تعلیم و تربیت میں شامل کیے جائیں۔

@ 2023 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

[1] لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، نگارشات پبلیشرز، 2003

[2] ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام (اہور: اتفضیل، ناشران و تاجران کتب) ص468

[3] رماشنکر ترپاٹھی قدیم ہندوستان (مترجم سید علی حسن نقوی، ائی والی برقی اردوی واس76

[4] 55مہابھارت، ص78

[5] Abbe. J.A Duboius trans Henry K. beachamp, C.I.E ,Hindu manners, customs and ceremonies p 207

[6] Abbe. J.A Duboius trans Henry K. beachamp, C.I.E ,Hindu manners, customs and ceremonies p 2

[7] شاہ معین الدین احمد ندوی، دین رحمت، ص105

[8] الموسوعہ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب والاحزاب المعاصرۃ، ص،2 /758

[9] اسلام ادر عورت، ص16

[10]

[11] I.B.Horner,Women under Primitive Buddhism(Delhi,Motilal Banarsidad,1930AD) P:20

[12] ایضا

[13] Dona Y.Paul,Frances Wilson(19875).Women In Buddism:Images of the Feminine in theMahayana Tradition.University of California Press ,P 125

[13]) مطالعات نسواں،

[14] Women in ،https://www.researchgate.net/publication/372128469_ AmitabhvikramDwivedi,Jainism

[15] عمادالحسن آزاد فاروقی، دنیا کے بڑے مذاہب جہلم، بک کارنر شوروم، 2013ص282

[16] یوسف خان، تقابل ادیان (لاہور، بیت العلوم) ص170

[17] گروگرنتھ صاحب، ص515

[18] گروگرنتھ صاحب، ص473

[19] ایضا، ص395

[20] ایضا، ص439

[21] ایضا، ص417

[22] Routledge and Kegan Paul, Ltd. London,) W.owencole and piara Singh Sambhi, the Sikh:1978, p.147

[23] The Sikh , p:142